الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بہ فیضِ روحانی شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام علامہ محمد حامد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ

نعت میں حزم واحتیاط اور موضوع روایتیں

ڈاکٹر محمد حسین مُشاہد رضوی

ناشر: ادارۂ دوستی، ۸۴۲/کمال پورہ، مالیگاؤں (ناسک)

انتساب

والدۂ محترمہ خدیجہ جن

اور

والدِ محترم حاجی عبدالرشید برکاتی

کے نام

جن کی دعاے سحرگاہی، شفقتیں اور محبتیں میرے لیے قیمتی سرمایہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

نعت میں حزم واحتیاط اور موضوع روایتیں

نعت جملہ اصنافِ ادب میں انتہائی مشکل ترین اور حزم واحتیاط کی متقاضی صنف ہے، یہ پُل صراط پر چلنے اور تلوار پر قدم رکھنے کے مترادف ہے، بہ قولِ عُرفی ؎

عُرفی مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحرا
آہستہ کہ رہ بر دمِ تیغ است قدم را
ہشدار کہ نتواں بیک آہنگ سرودن
نعتِ شہ کونین و مدیحِ کے و جم را

گذشتہ اوراق میں نعت اور آدابِ نعت سے متعلق جید علماے ادب کے گراں قدر اقوال وتاثرات کو پیش کیا گیا ہے جن کے مطالعہ کے بعد نعت کا سب سے اہم ترین اور قابلِ توجہ پہلو جو سامنے آیا ہے وہ حزم واحتیاط کا ہے۔

حزم واحتیاط نعت کے دیگر جملہ لوازمات وضروریات میں انتہائی اہم جز ہے۔ اگر شاعر اس میں سرِ مو بھی حد سے تجاوز کرتا ہے تو الوہیت تک پہونچ کر شرک جیسے گناہِ عظیم کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے اور اگر بال برابر بھی کمی کرتا ہے تو تنقیصِ شانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہو جاتی ہے اور وہ بجاے ثناخوانِ رسول کہلانے کہ بارگاہِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادب اور گستاخ سمجھا جاتا ہے اور لعنت کے طوق کا حامل ہو جاتا ہے۔ یہ دونوں باتیں شاعر کے لیے دنیا وآخرت دونوں جگہ نقصان کی باعث بنتی ہیں۔ اسی لیے نعت کے میدان میں آہستگی کے ساتھ نہایت سنبھل کر حزم واحتیاط کے دامن کو سختی سے تھامے ہوئے قدم بڑھانے کی ضرورت ہوتی ہے، نعت کے میدان میں لحہ لحہ باادب، باملاحظہ، ہوشیار کی صدائے بازگشت گونجتی رہتی ہے

اور یہاں پاے اسلوب میں ہر لحظہ شریعتِ مطہرہ کی بیڑیوں کی کارفرمائیاں ہوتی ہیں۔

نعت دراصل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی، تہنیت، ثناگوئی اور قصیدہ خوانی کا نام ہے کہ جن کے اوصافِ حمیدہ اور خصائلِ جمیلہ کو خود خالقِ کائنات جل شانہٗ نے قرآنِ پاک میں بیان فرمایا ہے، کہیں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مزمل ومدثر، کہیں طٰہٰ و یٰسٓ، کہیں منذر ونذیر، کہیں سراجِ منیر جیسے القاب وخطابات سے یاد فرما کر محبوبِ رعنا صلی اللہ علیہ وسلم کی تقدس مآب بارگاہ کا ادب واحترام بتایا اور نعت گوئی کرنے والوں کو سلیقہ وشعور بخشا۔ دیکھا جائے تو قرآنِ مقدس کے ورق ورق میں ثناے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا مسطور ہے اور اس کی سطر سطر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام اور تعظیم وتوقیر کا نورِ بصیرت اکنافِ عالم میں عام کر رہی ہیں۔ غرض یہ کہ قرآنِ مقدس مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت بھی ہے اور کامل واکمل ترین اولین درس گاہِ نعت بھی۔

قرآن وسنت اور سیرتِ طیبہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اگر نعت قلم بند کی جائے تو شاعر ہر قسم کی بے راہ روی، افراط وتفریط، غلو واغراق اور کج بیانی سے کوسوں دور رہے گا، بہ قول رضا بریلوی ؎

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
تا کہ رہے احکامِ شریعت ملحوظ

چناں چہ یہ امر ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے وہی شاعر نعت گوئی میں کامیاب وکامران ہو سکتا ہے جو شریعتِ مطہرہ کے رموز واسرار سے کماحقہٗ واقف ہو اور سیرتِ طیبہ کا قاری وعامل بھی۔ کیوں کہ نعت میں خیالات کی بے راہ روی، افراط وتفریط اور غلو واغراق کی چنداں گنجایش نہیں ہوتی یہاں لحہ بھر کے لیے بھی زمامِ حزم واحتیاط ہاتھ سے بہ ہر صورت نہیں چھوٹنا چاہیے ورنہ شاعر کا ایمان واسلام اور دین ومذہب خطرے میں پڑ جائے گا اور جس کے نتیجے میں وہ خسر الدنیا والآخرۃ قرار دیا جائے گا۔

احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ قیس وفرہاد، وامق وراانجھا اور لیلا ومجنوں کی

طرح بے محابا عشق و محبت کے اظہار و اشتہار کی بارگاہ نہیں بل کہ یہاں صدیق و فاروق، عثمان و علی، سلمان و بوذر، خالد و ابنِ رواحہ اور دیگر جاں نثار صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تئیں مخلصانہ احترام و عقیدت، تعظیم و توقیر اور عشق و محبت کی خاموش عبادت مقبول ہے، اس مقام پر دلِ رنجور کے ہزار پارچے یہاں وہاں بکھیرنے والوں کا ازدحام نہیں بل کہ کفر و شرک، باطل پرستوں اور دشمنانِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لشکرِ جرار کے مقابل چند فدایانِ شوق، حق پرست دیوانگانِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سر بہ کف عقیدت مندیاں اور جذبۂ ایثار و قربانی کی الفت آمیز سرشاریاں ہیں۔ اس بارگاہِ عظمت نشان میں دربارِ ایزدی کے مقرب قدسیانِ کرام اس درجہ ادب و احترام سے حاضر ہوتے ہیں کہ ان کے پروں کی آہٹ بھی محسوس نہیں ہوتی بہ قولِ علامہ اختؔر رضا ازہری بریلوی ؎

''ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرشِ نازک تر''
یہاں آتے ہیں یوں قدسی کہ آوازہ نہیں پر کا

نعتیہ ادب کا ناقدانہ مطالعہ و تجزیہ کرنے کے بعد یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح اور عیاں ہو جاتی ہے کہ جہاں بیش تر نعت گو شعرا نے انتہائی درجہ حزم و احتیاط سے کام لیتے ہوئے بارگاہِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اپنا خراجِ عقیدت و محبت پیش کیا ہے وہیں بعض شعرا سے نعت گوئی کے میدان میں لغزشیں بھی ہوئی ہیں اور ان کے ہاتھوں سے احتیاط کا دامن چھوٹتا نظر آیا ہے انھوں نے نعت میں ان مضامین کو نظم کر دیا ہے جن سے بچنا اور دور رہنا لازمی امر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان شعرا کے اشعار میں افراط و تفریط اور غلو و اغراق پایا جاتا ہے۔ ویسے نعتیہ ادب کی روح سے واقف حضرات نے تنقید و اصلاح کا کارنامہ شروع سے ہی جاری رکھا تھا۔ اس ضمن میں ایک تاریخی واقعہ کا ذکر کرنا غیر مناسب نہ ہوگا۔ اردو زبان کے مشہور شاعر جناب اطہر ہاپوڑی نے ایک نعت لکھ کر امام احمد رضا بریلوی کے پاس بہ غرضِ ملاحظہ ارسال کی، جس کا مطلع تھا ؎

کب ہیں درخت حضرتِ والا کے سامنے
مجنوں کھڑے ہیں خیمۂ لیلا کے سامنے

امام احمد رضا بریلوی اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ مطلع کا مصرعِ ثانی منصبِ رسالت سے فروتر ہے۔ محبوبِ کردگار صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبدِ خضرا کو خیمۂ لیلا سے تشبیہ دینا بے ادبی ہے اور مجنوں میاں بیچ میں کہاں سے آ گئے؟ یہ تو ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ہے، ساتھ ہی قلم برداشتہ یوں اصلاح فرمائی ؎

کب ہیں درخت حضرتِ والا کے سامنے
قدسی کھڑے ہیں عرشِ معلا کے سامنے

حضرت اطہر ہاپوڑی اس اصلاح پر اتنا خوش ہوئے کہ تا عمر اس پر نازاں رہے۔ یہ ان تمام شعرا کے لیے لمحۂ فکریہ ہے جو نعتِ پاک میں بے احتیاطی اور من گھڑت واقعات کے باب میں توجہ دلانے پر برافروختہ ہو جاتے ہیں۔

میدانِ نعت میں ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اچھے اچھے اور نام ور شعرا کے کلام میں بھی بے اعتدالی پائی جاتی ہے اور وہ نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم لکھتے ہوئے راستہ بھول کر الوہیت کی منزل تک پہنچ جاتے ہیں اور بے خبری کے اندھیروں میں بھٹکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں؛ مثلاً استاذ الاساتذہ امیؔر مینائی کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

ظاہر ہے لفظِ اَحد و احمدِ بے میم
بے میم ہوئے عین خدا احمدِ مختار

ظاہر ہے لفظِ ''احد'' حقیقت میں بے میم ہے یا لفظِ ''احمد'' سے میم کو جدا کر دیں تو لفظ ''احد'' رہے جاتا ہے۔ جس سے امیؔر مینائی یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ''احد'' و ''احمد'' ایک ہیں اور ''احمدِ مختار'' معاذ اللہ ''عین خدا'' ہیں۔ آپ مشکل سے یقین کریں گے کہ یہ امیؔر مینائی جیسے ہوش مند شاعر کا شعر ہے۔ مزید دیکھیں ؎

قرآن ہے خورشید تو نجم صحیفے
اللہ گہر اور صدف احمدِ مختار

مصرعۂ ثانی شرعاً قابلِ گرفت اور لائقِ اعتراض ہے، کیوں کہ صدف سے گہر (موتی)

پیدا ہوتا ہے اور امیؔر مینائی کے مذکورۂ بالا شعر کی روشنی میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم صدف ہوئے اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ گہر تو غور فرمایئے کہ معنی و مفہوم کہاں سے کہاں تک جا پہنچا ہے ؟ موصوف کے اس شعر سے بھی صَرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا کہ ؎

طور کا جلوہ تھا جلوہ آپ کا
لن ترانی تھی صدائے مصطفٰے

شاعر کے نزدیک طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو تجلی دیکھی تھی وہ جلوۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھا، اور لن ترانی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے کہا تھا (گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پردے میں خود ہی لن ترانی فرما رہے تھے، معاذ اللہ) یہ عقیدہ بھی توحید کے یک سر منافی اور شرعاً نادرست ہے۔ اسی طرح امیؔر مینائی کا ہی ایک شعر دیکھیں ؎

طور وہ روضہ ہے، میں صورتِ موسیٰ لیکن
اَرِنی مُنہ سے نکالوں جو مزار آئے نظر

اس شعر میں موصوف کہہ رہے ہیں کہ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ طور ہے اور میں بہ صورتِ موسیٰ (علیہ السلام)..... جب مجھے روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نظر آ جائے گا تو میں ربِّ ارِنی کہوں گا۔ یہاں نبیِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو ''رب'' کہنا نعت گوئی کا منصب نہیں بل کہ یہ آدابِ نعت اور لوازماتِ نعت سے بھٹک جانا ہے۔ یہ شعر بھی ملاحظہ کریں ؎

پاک تھی رنگِ دورنگی سے وہ خلوت گہہِ خاص
وہی شیشہ، وہی مَے خوار تھا معراج کی شب

قابَ قوسین کی خلوتِ گاہِ خاص میں دو نہ تھے بل کہ صرف ایک ہی ذات تھی۔ وہی ذات شراب کی بوتل، وہی ذات شراب پینے والی تھی۔ امیؔر مینائی کا ''وہی'' سے خدا کی طرف اشارہ ہے یا حبیبِ خدا کی جانب، یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ خدا کو رسولِ خدا کا منصب دینا یا رسولِ خدا کو خدا کے مقام پر فائز کرنا یا دونوں کو ایک ہی قرار دینا دونوں ہی صورتیں قابلِ گرفت ہیں۔ نیز خدا اور حبیبِ خدا کو شیشہ و شراب اور مَے خوار جیسے سوقیانہ الفاظ سے تشبیہ دینا ادب و احترام کے

یک سر خلاف ہے۔

مندرجہ بالا اشعار سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امیؔر مینائی سے لغزشیں ہوئی ہیں کیوں کہ ان اشعار میں حضور احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کا بیان الوہیت کی صفات سے متصف کر کے کیا گیا ہے جس سے اخذ ہونے والا مفہوم یہی بتاتا ہے کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خدا ہیں۔ جب کہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی سخت ممانعت فرمائی ہے کہ ہرگز ہرگز تم مجھ کو خدا نہ بنانا چناں چہ ارشاد فرماتے ہیں:

''مجھے حد سے نہ بڑھاؤ جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ کیا میں تو خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں مجھے صرف خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو۔'' (1)

چناں چہ اسی حدیث پاک کی ترجمانی فرماتے ہوئے عاشقِ رسول اور عظیم نعت گو شاعر حضرت علامہ شرف الدین بوصیری علیہ الرحمہ (م695ھ) اپنے مشہورِ زمانہ قصیدۂ بُردہ میں ارشاد فرماتے ہیں ؎

''دَع مَا ادَّعَتہُ النَّصاریٰ فی نَبِیھِمُ
وَاحکُم بِمَا شِئتَ مَدحاً فیہِ وَاحتَکِم

ترجمہ: وہ نعت چھوڑ جو عیسائیوں نے اپنے نبی کی شان میں کہی، کہ ابنُ اللہ بنا ڈالا اور اس کے سوا جو کچھ نعت میں کہنا چاہے حکم لگا کر اور فیصلہ کر کے کہہ۔''

اسی قبیل کا ایک شعر اور ملاحظہ ہو، امیؔر مینائی کہتے ہیں ؎

آیا خیالِ انجمنِ لامکاں ہمیں
دیکھے کبھی جو عاشق و معشوق ڈاب میں

(امیؔر مینائی: محامدِ خاتم النبیین، مطبع نول کشور لکھنؤ، صفحاتِ متفرقہ)

اس شعر کا مصرعۂ ثانی مبتذل ہے۔ انجمنِ لامکاں اور بزمِ اسرا میں اللہ جل شانہٗ اور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کہاں اور دنیاوی عاشق و معشوق اور اُن کا ملن اور ڈاب

کہاں؟ اس شعر کا مضمون وتخیل اور تشبیہ کا انداز عامیانہ وسوقیانہ اور مبنی بر تضحیک وابتذال ہے جو نعت جیسی تقدیسی صنف کے لیے قطعاً نامناسب اور خلافِ ادب ہے۔

اس طرح کے معاملات مشہور اور عظیم نعت گو شاعر محسنؔ کاکوروی کے کلام میں بھی ملتے ہیں، آپ کا کلام ملاحظہ ہو ؎

عینیت سے غیرِ رب کو رب سے
غیریتِ عین کو عرب سے
ذاتِ احمد تھی یا خدا تھا
سایا کیا میم تک جدا تھا (2)

ان شعروں میں ''احمد'' کے ''میم'' کو ہٹا کر ''اَحد'' اور ''عرب'' سے ''عین'' کو لفظ سے جدا کر کے ''رب'' بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ جن سے شرعی سقم مترشح ہوتا ہے۔

حضرت کرامت علی شہیدیؔ کا یہ شعر دیکھیں ؎

خدا منہ چوم لیتا ہے شہیدیؔ کس محبت سے
زباں پر میرے جس دم نام آتا ہے محمد کا

یہ شعر عاشقِ رسول (ﷺ) حضرت شہیدیؔ کا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں والہانہ وارفتگی کا اشاریہ ہے، جس کے پُرخلوص ہونے سے انکار محال ہے لیکن ''منہ چومنا''..... ''بوسا لینا'' یہ سب انسانی افعال ہیں جن سے سبحان السبوح والقدوس جل شانہٗ پاک ومنزہ ہے۔

اسی طرح حضرت بیدمؔ شاہ وارثی کا یہ شعر بھی ملاحظہ کریں کہ بیدمؔ شاہ وارثی آدابِ نعت اور لوزماتِ نعت اور تقاضائے نعت کی حدود سے کتنی آگے نکل گئے ہیں اس شعر کو کسی بھی طرح سے نعت کا عمدہ شعر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس قسم کی بے جا خیال آرائیوں کی نعت میں چنداں گنجایش نہیں ؎

عشق کی ابتدا بھی تم عشق کی انتہا بھی تم
رہنے دو راز کھل گیا بندے بھی تم خدا بھی تم

امیرؔ مینائی، کرامت علی شہیدیؔ، بیدمؔ شاہ وارثی اور محسنؔ کاکوروی جیسے اساتذۂ نعت کے علم وفضل پر ذرّہ بھر بھی شبہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ان حضرات کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخلصانہ تہہ داریوں کو نشانۂ تنقید بنایا جاسکتا ہے۔ اردو نعت گوئی کے فروغ وارتقا اور استحکام میں ان کی خدمات یقیناً آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں ان حضرات سے جوشِ عقیدت میں جو شرعی لغزشیں واقع ہوئی ہیں اگر وہ ان سے باخبر ہو جاتے تو ایسے مضامین کو اپنے کلام سے خارج کر دیتے۔

مقالہ نگار کے ممدوح مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ رسولِ کونین ﷺ کی الفت ومحبت میں والہانہ سرشاری کے باوصف ایسے نازک مقامات سے چراغِ شریعت اور عشقِ حبیب کے اُجالے میں سلامت روی کے ساتھ گذرے ہیں۔ شعر نشانِ خاطر کریں ؎

خدا ہے تو نہ خدا سے جُدا ہے اے مولا
ترے ظہور سے رب کا ظہور آنکھوں میں

اور یہ دو شعر دیکھیں؛ جوشِ عقیدت اور جذبۂ محبت میں عقیدہ کیسا سلامت ہے، فرماتے ہیں ؎

سجدہ کرتا جو مجھے اس کی اجازت ہوتی
کیا کروں اذن مجھے اس کا خدا نے نہ دیا
حسرتِ سجدہ یوں ہی کچھ تو نکلتی لیکن
سر بھی سرکار نے قدموں پہ جھکانے نہ دیا

عصرِ حاضر کے نعتیہ منظرنامے پر جو شعرا نعت کے میدان میں اپنی فکری جولانیاں دکھا رہے ہیں اُن میں بھی کچھ کے کلام میں قابلِ گرفت موضوعات در آئے ہیں۔ ذیل میں پیش مشہور نعت گو شاعر جناب اعظم چشتی کے اشعار بہ طورِ مثال پیش کیے جاتے ہیں جنھوں نے حزم واحتیاط کی شرط کو برقرار نہ رکھتے ہوئے شاعری کی ہے ؎

انسانیت کو بخشی وہ معراج آپ نے
ہر آدمی سمجھنے لگا ہے، خدا ہوں میں

.....

عبد و معبود میں ہے نسبتِ تام
ہے محمد بھی احمدِ بے میم

.....

عقل کہتی ہے مثلُنا کہیے
عشق بے تاب ہے خدا کہیے

.....

آ گئی سامنے آنکھوں کے اللہ کی صورت
آئے سرکار جو اللہ کی برہاں بن کر

(اعظم چشتی: بحرِ اعظم، صفحاتِ متفرقہ)

مذکورہ بالا اشعار میں عبد و معبود اور الوہیت و رسالت کے فرق کو ملحوظ نہ رکھتے ہوئے شرکیہ مضامین قلم بند ہوئے ہیں ان اشعار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بندہ بھی اور خدا بھی بتایا گیا ہے جو کسی بھی لحاظ سے صحیح نہیں ہے اور ذیل کے دو اشعار دیکھیں ان اشعار میں بارگاہِ خداوندی کے لیے جو اسلوب اختیار کیا گیا ہے اسے بے ادبی قرار دینا غیر مناسب نہ ہوگا۔

محمد نے خدائی کی خدا نے مصطفائی کی
کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے

.....

اللہ کے پلّے میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمّد سے

(نامعلوم)

یہ بات مسلمہ ہے کہ نعت کا فن نعت نگار سے یہ چاہتا ہے کہ وہ نعت لکھتے ہوئے شریعت کا پاس و لحاظ کرے اور الوہیت و رسالت کے فرق کو سمجھے۔ نعت گوئی میں حزم و احتیاط اور لغزشوں پر

مبنی جن اشعار کی مثالیں دی گئی ہیں ان سے مقصود بزرگ نعت گو شعرا پر نشترِ تنقید چلانا نہیں ہے بل کہ اس محاکمہ سے مجھے اس خیال کو مزید تقویت پہنچانا ہے کہ یقیناً نعت کے پلِ صراط پر چلنا نہایت مشکل کام ہے، اور نعت گوئی ''اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں'' سے عبارت ہے۔

علاوہ ازیں مدینۂ طیبہ کے لیے ''یثرب'' کا استعمال شرعاً منع ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے، یقولونَ یَثرِبَ وھیَ المدینۃ، لوگ اسے یثرب کہتے ہیں حال آں کہ یہ مدینہ ہے۔ ممانعت کے باوجود بعض شعرا مثلاً امیر مینائی، ڈاکٹر اقبال، محمد علی جوہر، ظفر علی خاں، حفیظ جالندھری وغیرہ نے یثرب کا استعمال کیا ہے ۔

خاکِ یثرب ہے مرتبے میں حرم
واہ رے احترام احمد کا

(امیر مینائی)

نگاہ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پردۂ میم اٹھا اٹھا کر
وہ بزمِ یثرب میں آ کے بیٹھیں ہزار منھ کو چھپا چھپا کر

(ڈاکٹر اقبال)

جس سے چہرے دمک اٹھے تھے یثرب کے
دیکھو جوہر کی بھی آنکھوں میں وہی نور ہے آج

(محمد علی جوہر)

ارسطو کی حکمت ہے یثرب کی لونڈی
فلاطون طفلِ دبستانِ احمد

(ظفر علی خاں)

اسی طرح جب حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاے کرام علیہم السلام کا تقابل بھی شعرا کرتے ہیں تو بعض اوقات اس میں بھی بے ادبی کا پہلو نکل جاتا ہے۔ اس لیے دیگر انبیاے کرام علیہم السلام سے تقابل کے موقع پر ''تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ

بعض'' کو پیشِ نظر رکھ کر سلیقہ مندی اور ادب واحترام کو ملحوظ رکھنا بھی از حد ضروری ہے۔

میدانِ نعت میں ان احتیاطی رویوں کے ساتھ متن اور لفظوں کے انتخاب میں بھی غایت درجہ توجہ کی ضرورت ہے۔ نعت میں انھیں مضامین کو نظم کیا جانا چاہیے جو مستند اور قرآن و حدیث کے متقاضی ہیں اور روایت و درایت کے اصولوں سے پایۂ ثبوت تک پہنچتے ہیں۔ بابِ فضائل میں ضعیف روایتیں بھی قابل قبول ہیں۔ لیکن موضوعات اور من گھڑت واقعات وقصص اور روایتوں کو جلیل القدر محدثین ومحققین اور علمائے محتاطین کے نزدیک کسی بھی قسم کا مقامِ اعتبار حاصل نہیں ہے۔ واضح ہونا چاہیے کہ نعت گوئی میں موضوع اور من گھڑت روایتوں کو بیان کرنا نعت گوئی کے اصولوں کے یک سر منافی ہے۔ نعت نگار کے لیے ضروری ہے کہ وہ نعت گوئی سے پہلے صرف نعتیہ شاعری ہی نہیں بل کہ مستند روایتوں پر مشتمل سیرتِ طیبہ کی کتب ورسائل کا بھی گہرائی سے مطالعہ کرے۔

مشہور ناقد وشاعر احسان دانش اپنے شاگردوں کو مشورہ دیا کرتے تھے کہ:

''صرف شاعری کا مطالعہ کافی نہیں ہے، اچھا اور ستھرا شعر کہنے کے لیے نثری ادب بھی پڑھنا ضروری ہے۔''

بہ قول عزیز احسن (کراچی):

''نعتیہ اشعار قلم بند کرنے کے لیے تو نثری ادب کی شرط کے ساتھ ساتھ دینی ادب کی شرط بھی لگانی ضروری ہے۔''

چناں چہ نعت گو کو چاہیے کہ وہ سیرت ومغازی، تاریخِ اسلام، حیاتِ طیبہ، اور فضائلِ سیدُ الانام صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھی گئی مستند نثری کتب کا بھی مطالعہ کرے۔ موضوع اور من گھڑت روایتوں پر مشتمل میلاد ناموں، معراج ناموں، مواعظ، خطبات اور حکایات سے دور رہے تاکہ اس کا کلام ہر قسم کی بے اعتدالی، بے راہ روی اور شرعی اسقام سے پاک ومبرا بن سکے۔ بلا تردد ہر قسم کے زباں زدِ خاص وعام غیر ثقہ اور وضعی مضامین، جعلی حکایات اور واقعات کو نعت میں منظوم کرتے رہنا یہ کسی بھی طرح سے لائقِ تحسین نہیں۔ ہاں! یہ بات بھی تسلیم ہے کہ دورِ متاخرین و

متوسطین کے شعرا کا ماخذ عموماً سنی سنائی روایتوں اور غیر مستند واقعات وحکایات پر مشتمل کتابیں تھیں اور جن کے صحیح وسقیم کا اندازہ لگانا بہ ہر کیف! ایک مشکل امر تھا۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ بعض علمائے اعلام نے روایت ودرایت کے اصولوں پر جانچ پرکھ کر ایسی جملہ موضوع روایتوں کو اپنی کتب ورسائل میں جمع کر دیا ہے۔ اردو نعتیہ شاعری میں کثرت سے نظم کیے جانے والے بعض ایسے مضامین کی نشان دہی ذیل میں نشانِ خاطر فرمائیں۔

شبِ معراج میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف سمیت عرشِ معلا پر تشریف لے جانے سے متعلق ایک روایت کو نعت گو شعرا نے کافی نظم کیا ہے؛ اس کے مفہوم سے پہلے چند مشہور شعرا کے اشعار ملاحظہ کریں ؎

نعلینِ پا سے عرشِ معلا کو ہے شرَف
روح الامیں ہے غاشیہ بردارِ مصطفیٰ
(بیدم وارثی)

حکم موسیٰ کو ''فاخلع'' مگر معراج میں
تاجِ فرقِ عرشِ بریں ہے نعلینِ پائے مصطفیٰ
(وہبی لکھنوی)

ان کے نعلین کا مقام فلک
ان کے نعلین تک مری پرواز
(بشیر حسین ناظم)

عرشِ اعلا کا بھی اعزاز بڑھا ہے اُن سے
سلسلہ فیض کا ایسا ترے نعلین میں ہے
(غلام قطب الدین فرید)

سُن کے جس کے نام کو جھک جائے عقیدت کی جبیں
جس کی نعلین کہ اتری نہ سرِ عرشِ بریں
(ادیب رائے پوری)

یا نبی دیکھا ہے رتبہ آپ کی نعلین کا
عرش نے چوما ہے تلوا آپ کی نعلین کا

(نثار علی اجاگر)

متذکرۂ بالا واقعہ کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرشِ الٰہی کی طرف عروج فرمایا تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے پیشِ نظر جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا تھا :

''اے موسیٰ بے شک میں تیرا رب ہوں تو تُو اپنے جوتے اتار ڈال، بے شک تُو پاک جنگل طویٰ میں ہے۔''(3)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نعلین اتارنے کا قصد فرمایا؛ لیکن ارشاد ہوا :

یا محمد! لا تخلع نعلیک لتشرک السمآء بھما.

ترجمہ: اے محمد! تم اپنے نعلین نہ اتارو تا کہ آسمان ان سے شرف حاصل کرے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلینِ مقدس کی فضیلت و عظمت پر لکھی جانے والی علامہ احمد المقری التلمسانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور و معروف کتاب ''فتح المتعال فی مدح النعال'' اور علامہ رضی الدین قزوینی اور محمد بن عبدالباقی زرقانی علیہم الرحمۃ نے ''شرح مواہب اللدنیہ'' میں زور دے کر وضاحت کی ہے کہ یہ قصہ مکمل طور پر موضوع ہے۔

''فتح المتعال فی مدح النعال'' کا اردو ترجمہ حضرت مولانا محمد خان قادری رضوی اور حضرت مولانا محمد عباس رضوی کی مشترکہ کاوش سے منظرِ عام پر آ چکا ہے۔ مذکورہ مترجم کتاب کے مقدمہ اور بعض تقریظات میں اس روایت کو نقل کر کے استشہاد کرتے ہوئے نعلینِ پاک کی فضیلت ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جب کہ علامہ احمد المقری التلمسانی نے شیخ السبتی، شیخ ابوالحسن علی بن احمد الخزرجی اور دیگر حفاظِ حدیث کے حوالے سے اسے موضوع قرار دیا ہے۔(4)

امام محمد بن عبدالباقی زرقانی علیہ الرحمہ نے امام رضی الدین قزوینی و دیگر محدثین کے حوالے سے اس روایت کو گھڑنے والے کے غارت ہونے کی دعا کی ہے۔ امامِ نعت گویاں امام

احمد رضا محدث بریلوی سے بھی اس روایت کے بارے میں سوال کیا گیا، چناں چہ احکامِ شریعت میں ہے کہ :

''سوال: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا شبِ معراج عرشِ الٰہی پر نعلینِ مبارک سمیت تشریف لے جانا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: یہ محض جھوٹ اور موضوع ہے۔ واللہ اعلم۔''(5)

اسی طرح واقعۂ معراج کے ضمن میں بیان کی جانے والی وہ روایت جسے ''معارج النبوۃ'' کے حوالے سے واعظین سنایا کرتے ہیں۔ اس کا خلاصہ یوں ہے :

''حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج براق پر سوار ہوتے وقت اللہ تعالیٰ سے وعدہ لے لیا ہے کہ روزِ قیامت جب کہ سب لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے، ہر ایک مسلمان کی قبر پر اسی طرح ایک براق بھیجوں گا، جیسا کہ آج آپ کے واسطے بھیجا گیا۔''

متذکرہ بالا روایت کو بھی بعض شعرا نے اپنی نعتوں میں نظم کیا ہے؛ اس کے بارے میں بھی امام احمد رضا محدثِ بریلوی سے استفسار کیا گیا کہ:

''سوال: یہ مضمون صحیح ہے یا نہیں اور کتاب ''معارج النبوۃ'' کیسی کتاب ہے، اس کے مصنف عالمِ اہل سنت اور معتبر محقق تھے یا نہیں؟

جواب: بے اصل ہے۔ ''معارج النبوۃ'' کے مولف سنّی واعظ تھے، کتاب میں رطب و یابس سبھی کچھ ہے۔ واللہ اعلم۔''(6)

علاوہ ازیں معراج کے حوالے سے یہ بات بھی بے حد مشہور ہے کہ گلاب کا پھول اس رات آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینۂ مبارک سے پیدا ہوا اور اس کی خوش بو میں بھی یہی راز پوشیدہ ہے۔ ایک روایت کے الفاظ یوں نقل کیے گئے ہیں۔

من اراد ان یشم رائحتی فلیشتم الورد الاحمر.

ترجمہ: جو میری خوش بو کو سونگھنا چاہے وہ سرخ گلاب کو سونگھ لے۔(7)

امام بدرالدین زرکشی نے ''اللآلی المنثورۃ'' میں امام سخاوی نے ''المقاصد الحسنہ'' میں اور شیخ محمد طاہر پٹنی نے ''تذکرۃ الموضوعات'' میں اسے من گھڑت اور موضوع روایت قرار دیا ہے۔(8)

واقعۂ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اس طرح کی بیش تر روایات ایسی کتابوں میں ملتی ہیں جو غیر مستند اور بے سروپا حکایات پر مبنی ہیں۔ اس سلسلے میں معارج النبوۃ اور نزہۃ المجالس کے ساتھ ساتھ بعض تقاریر کے مجموعوں کے نام لیے جاسکتے ہیں۔

اسی طرح سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک کی شہادت کے بارے میں خبر سُن کر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا اپنے تمام دانتوں کو توڑنے والی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں اذان سے روکنے اور آپ رضی اللہ عنہ کے اذان نہ پڑھنے کے سبب صبح کے طلوع نہ ہونے والی روایتیں بھی تواتر کے ساتھ ہمارے واعظین اور بیش تر نعت گو شعرا بیان کرتے رہتے ہیں۔ ذیل کے اشعار دیکھیں ۔

ایک دنداں کے بدلے میں توڑے، دانت اپنے دہن میں نہ چھوڑے
تھے وہ عاشق اویسِ قرنی ، میرے پیارے رسولِ مدنی

(مدینہ کا چاند، میلاد نامہ)

جب حضرتِ بلال نے اذانِ سحر نہ دی
قدرت خدا کی دیکھیے نہ مطلق سحر ہوئی

(نامعلوم)

ان روایتوں کے بارے میں بھی علماے محققین نے اپنی راے کا اظہار کرتے ہوئے انھیں بھی موضوع قرار دیا ہے، اس ضمن میں ممتاز عالمِ اہل سنت علامہ محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی سے جب راقم نے پوچھا تو آپ نے جواباً تحریر فرمایا کہ :

''ایک بار آپ نے واقعۂ اذانِ بلال (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں سوال لکھا تھا، میری اپنی کوئی تحقیق نہیں ہے، ہاں! مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت

شارح بخاری علیہ الرحمہ اس کی تردید کیا کرتے اور کہا کرتے کہ یہ واقعہ ایسا ہے کہ اس کے راوی تواتر کی حد تک ہوں تو کسی طرح مانا جاتا مگر یہاں ضعیف حدیث بھی ملنا مشکل ہے، یوں ہی حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دانت توڑنے والے واقعے کا بھی رد فرماتے اور کہتے یہ عقل وشرع دونوں کے خلاف ہے، حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کوئی مجذوب یا مجنون تو تھے نہیں کہ ایسی خلافِ عقل حرکت کرتے۔''(9)

نعتیہ ادب کے مطالعہ کے بعد یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ ہمارے بیش تر نعت گو شعرا کے کلام میں جہاں ایسے مضامین ملتے ہیں جو صحیح اور حَسَن احادیثِ طیبہ سے ماخوذ تو ہیں ہی بل کہ بعض نے مکمل متنِ حدیث کو نظم کرنے کی کام یاب کوشش کرتے ہوئے مفہومِ حدیث کو اپنے شعروں میں خوش اسلوبی کے ساتھ برتا ہے۔ وہیں سیکڑوں نعتیہ اشعار ایسے بھی ملتے ہیں جو کسی شدید ضعیف بل کہ موضوع اور من گھڑت روایتوں پر مشتمل ہیں۔ آج کل تقریر وتحریر میں ایسی بے احتیاطی کی بھرمار ہوتی جارہی ہے۔ واعظین اور قصہ گو قسم کے مقررین کا تو یہ معمول بنتا جارہا ہے کہ وہ ایسی بے سروپا روایتوں کو بلا تحقیق لوگوں کے سامنے سناتے چلے جارہے ہیں۔

حالاں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے کہ:

''کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کردے۔''(10)

واقعۂ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں بعض واقعات، اذانِ حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے دانت توڑنے جیسے واقعات کا محاکمہ کیا جاچکا ہے۔ نعتیہ اشعار میں ہم دیکھتے ہیں کہ بعض ایسی باتوں کو احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر سُنا، سُنایا اور پڑھا جارہا ہے جو آقاے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات میں سے نہیں ہیں۔ ان موضوع روایتوں میں سے ایک مشہور قول ہے :

''الفقر فخری وبہٖ افتخر''۔

ترجمہ: فقر میرا فخر ہے اور میں اس کے ساتھ مفتخر ہوں۔

اس قول کی شہرت و مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اچھے اچھے اہلِ علم اپنی کتابوں میں اسے نقل کر کے اس سے استشہاد کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، اور مشہور نعت گو شعرا نے اپنے کلام میں اس مضمون کو نظم کیا ہے، چوں کہ یہاں نعت گوئی میں حزم و احتیاط اور موضوع روایتوں کے بارے میں اظہارِ خیال مقصود ہے لہٰذا چند معروف شعرا کے اشعار کے بعد ائمۂ محدثین اور ماہرینِ اصولِ حدیث کے اقوال کی روشنی میں اس قول کا تنقیدی جائزہ پیش کیا جائے گا ۔

سماں ''الفقر فخری'' کا رہا شانِ امارت میں
''بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روے زیبارا''

(ڈاکٹر اقبالؔ)

اگر چہ ''فقر فخری'' رتبہ ہے تیری قناعت کا
مگر قدموں تلے ہے فرِ کسرائی و خاقانی

(حفیظؔ جالندھری)

جس کو حضرت نے کہا ''الفقر فخری'' اے ظفرؔ
فخرِ دیں، فخرِ جہاں پر وہ فقیری ختم ہے

(بہادر شاہ ظفرؔ)

سلام اس پر کہ تھا ''الفقر فخری'' جس کا سرمایا
سلام اس پر کہ جس کے جسمِ اطہر کا نہ تھا سایا

(ماہرؔ القادری)

کروں مال و زر کی میں کیوں ہوس مجھے اپنے فقر پہ فخر بس
یہی حرزِ جانِ فقیر ہے یہی ''قولِ شاہِ حجاز'' ہے

(مرتضیٰ احمد خان میکشؔ)

ہے فخر تجھے فقر پہ اے شاہِ دوعالم
اے ختمِ رُسل ، ہادیِ دیں ، خلقِ مجسم

(حافظؔ لدھیانوی)

ملا ہے درس محمد سے '' فقر فخری'' کا
کمالِ فقر میں مضمر ہے قیصری اپنی

(راجا رشید محمود)

''الفقر فخری'' کے بارے میں امام حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں :

''الفقر فخرو به افتخر و هٰذا الحديث سئل عند الحافظ ابن تيميه، فقال انه لا يعرف فی كتب المسلمين المروية و جزم الاصفهانی بانه موضوع(11)

ترجمہ: اس حدیث ''الفقر فخری'' کے بارے میں ابن تیمیہ سے پوچھا گیا تو انھوں نے کہا یہ جھوٹ ہے، مسلمانوں کے ذخیرۂ مرویات میں اس قسم کی کوئی چیز نہیں پائی گئی اور امام اصفہانی نے بھی اس کے موضوع (جعلی) ہونے کی تائید کی ہے۔''

امام سخاوی علیہ الرحمہ راقم ہیں :

''الفقر فخری وبہ افتخر..... باطل الموضوع ''(12)

ترجمہ: الفقر فخری..... باطل اور گھڑی ہوئی روایت ہے۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے موضوعاتِ کبیر، شیخ محمد بن طاہر پٹنی علیہ الرحمہ نے تذکرۃ الموضوعات اور شارح بخاری امام احمد قسطلانی علیہ الرحمہ نے المواہب اللدنیہ میں بھی اس کو موضوع اور من گھڑت کہا ہے۔ علاوہ ازیں مجددِ اعظم امامِ نعت گویاں امام احمد رضا محدثِ بریلوی کی بھی تحقیق ذیل میں نشانِ خاطر فرمائیں آپ نے بھی ''الفقر فخری'' کو بے اصل قرار دیا ہے:

''حضورِ اقدس، قاسمِ نعم، مالک الارض ورقابِ امم، معطیِ منعم، قیمِ قیم، ولی والی، علی عالی، کاشف الکرب، رافع الرتب، معینِ کافی، حفیظ وافی، شفیعِ شافی،

عفوِ عافی، غفورِ جمیل، عزیزِ جلیل، وہابِ کریم، غنیِ عظیم، خلیفۂ مطلقِ حضرتِ رب، مالک الناس و دیانِ عرب، ولی الفضل، جلی الافضال، رفیع المثل، ممتنع الامثال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ ارفع واعلا میں الفاظِ مذکورہ (یتیم، غریب، مسکین، بے چارہ) کا اطلاق ناجائز وحرام ہے۔

خزانۃ الاکمل مقدسی وردالمحتار اواخرشتی میں ہے:

ویجب ذکرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باسمآء المعظمۃ فلا یجوز ان بقال انہ فقیر ، غریب ، مسکین .

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر عزت وتکریم والے ناموں سے کرنا واجب ہے اور اس طرح کہنا جائز نہیں کہ آپ فقیر، غریب اور مسکین تھے۔

نسیم الریاض جلد سابع صفحہ ۴۵۰ رمیں ہے:

الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام لا یو صفون با لفقر ولایجوز ان یقال نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقیر وقولہٗ عند 'الفقر فخری' لا اصل لہٗ کما تقدم .

ترجمہ: انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو فقر سے موصوف نہ کیا جائے اور یہ جائز نہیں کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو فقیر کہا جائے۔ رہا لوگوں کا 'الفقر فخری' کو آپ سے مروی کہنا تو اس کی کوئی اصل نہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے۔ اسی کے صفحہ ۳۷۸ رمیں ہے:

قال الزرکشی کالسبکی لا یجوز ان یقال لہٗ صلی اللہ علیہ وسلم فقیر او مسکین وھو اغنی الناس باللہ تعالیٰ لا سیحا بعد قولہٗ تعالیٰ "ووجدک عائلاً فاغنیٰ" وقولہٗ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "اللھم احینی مسکیناً" اراد بہٖ المسکنۃ القبیلۃ با لخشوع والفقر فخری ، باطل لا اصل لہ ..... کما قال الحافظ

ابنِ حجر عسقلانی . .

ترجمہ: امام بدرالدین زرکشی نے امام سبکی کی طرح کہا ہے کہ یہ جائز نہیں کہ آپ کو فقیر یا مسکین کہا جائے اور آپ اللہ کے فضل سے لوگوں میں سب سے بڑھ کر غنی ہیں۔ خصوصاً اللہ تعالیٰ کے ارشاد "ہم نے آپ کو حاجت مند پایا سو غنی کر دیا"۔ کے نزول کے بعد رہا آپ کا یہ فرمان کہ اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ.....الخ۔ تو اس سے مراد باطنی مسکنت کا خشوع کے ساتھ طلب کرنا ہے اور الفقر فخری باطل ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں جیسا کہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے فرمایا ہے۔(13)

امام احمد رضا محدثِ بریلوی نے "کتاب الشفا" قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مزید اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والاصفات کے لیے نازیبا اور غیر موزوں اسما وصفات کا استعمال حکایتاً بھی ناجائز وممنوع ہے۔ اسی طرح بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخی و بے ادبی اگرچہ سہواً یا جہالت ولاعلمی کے سبب ہی ہو لائقِ گرفت اور ناقابلِ معافی جرم ہے۔

واضح ہونا چاہیے کہ یہ امر ان جانب دار ناقدین کے لیے چشم کشا ہے جو امام احمد رضا بریلوی، برادرِ رضا استاذِ علامہ حسن رضا بریلوی اور شہزادۂ رضا مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی علیہم الرحمہ کے کلام سے نہ صرف یہ کہ صَرفِ نظر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں بل کہ ان محتاط نعت نگاروں کے کلام کو سوے عقیدت اور غلوے عقیدت سے مملو قرار دینے کی سعیِ نامشکور کرتے ہیں۔ جب کہ ان حضرات نے اپنی نثری کتب میں بے سروپا روایتوں کو حصارِ نقد میں لیتے ہوئے حزم واحتیاط کا حق ادا کیا ہے تو کیسے ان شاعروں کے یہاں ایسی روایتیں جگہ پا سکتی ہیں؟ جب ہم ان حضرات کے کلام کا انتقادی جائزہ لیتے ہیں تو مسرت وانبساط کی لہریں نہاں خانۂ دل میں اٹھنے لگتی ہیں کہ ان کی زبان وقلم کو اللہ جل شانہٗ نے بے جا خیال آرائیوں سے محفوظ رکھا۔

غرض یہ کہ حقیقت میں نعت وہی نعت ہوتی ہے جو عبد اور معبود کے فرق، انبیاے کرام

علیہم السلام کے مقام ومنصب اور شریعتِ مطہرہ کے اصولوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام کے ساتھ نظم کی جائے۔افراط وتفریط، مبالغہ واغراق، بے جاخیال آرائی، من گھڑت، جعلی اور موضوع روایات سے شاعر کے ایمان واسلام پر سوالیہ نشان لگ جاتا ہے۔

معروف ادیب ومحقق ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی نے نعت نگاری میں افراط وتفریط، مبالغہ واغراق، بے جاخیال آرائی اور جعلی وموضوع روایات کو بیان کرنے کی نفی کرتے ہوئے اپنی حتمی رائے کا اظہار یوں کیا ہے اور بتایا ہے کہ حقیقی نعت کیا ہے؟ :

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا سمجھ لینا، ان سے دیگر انبیا کے تقابل میں انبیا کی توہین کا پہلو نکال دینا، نبی کو ایلچی اور بھائی کہہ کر ان کی بارگاہِ قُدس میں بے ادبی کا ارتکاب کرنا، ان کے لیے دل رُبا، رنگیلے وغیرہ کا استعمال، خدا ورسول کے فرق کو مٹا دینا، خدا کو جسم والا سمجھ کر منہ کا چوم لینا وغیرہ۔غلط روایات اور معجزہ کا بیان، مدینۂ طیبہ کو یثرب کہنا۔تمام باتیں شرعاً ناروا ہیں۔

یوں تو شاعری خواہ اس کا موضوع کچھ بھی ہو طہارتِ الفاظ ہر جگہ ضروری ہے اور نعت میں تو قدم قدم پر شریعت کا پہرہ ہے۔یہ تو بڑے ادب کا مقام ہے۔ہر لفظ کو منزلِ تطہیر سے گزار کر استعمال کرنا پڑتا ہے۔(14)

نعت بلاشبہ عقیدے اور عقیدت کا نام ہے۔مگر نعت میں اُن ہی عقائد اور موضوعات کو بیان کرنا ضروری ہے جو قرآن وسنت سے ماخوذ ہوں اور جن پر علماے امت کا اجماع ہو۔نیز جن میں کسی بے ادبی یا عدم تقدیس کا شائبہ اور شرعی گرفت میں آنے کا احتمال بھی نہ ہو۔نعت گوئی کی ابتدائی منزل کے چند محتاط شعرا کو چھوڑ کر بیش تر کے یہاں اس طرح کی خامیاں نظر آتی ہیں۔ الغرض کہنا صرف یہی ہے کہ نعت تحریر کرتے ہوئے اس پاکیزہ فن کے لوازمات اور شرعی وقار کو ملحوظِ خاطر رکھنا لازمی ہے۔

حواشی

(1) نقوش: رسول نمبر، ج 10، ص 27

(2) محسن کاکوروی: کلیاتِ محسن، ص 232/233

(3) (سورۂ طٰہٰ: ۱۲)

(4) فضائلِ نعلینِ حضور (مترجم: مفتی محمد خان قادری ومولانا محمد عباس رضوی) ص ۳۶۲

(5) احمد رضا بریلوی، امام: احکامِ شریعت ص ۱۶۶

(6) احمد رضا بریلوی، امام: احکامِ شریعت ص ۱۶۵

(7) بدرالدین زرکشی، امام: اللآلی المنثورۃ، ص ۱۴۷

(8) مختصر المقاصد الحسنہ ص ۹۱، اللآلی المنثورہ ص ۱۴۷، تذکرۃ الموضوعات ص ۱۶۱ وغیرہا کتب

(9) مکتوب بہ نام راقم ۱۵/۸/۲۰۰۵ء

(10) مسلم بن الحجاج قشیری، امام: مسلم شریف، مطبوعہ نور محمد، کراچی، ج ۱، ص ۸

(11) ابن حجر عسقلانی، امام: تلخیص الحبیر، جلد ۳، ص ۱۰۹

(12) شمس الدین سخاوی، امام: مختصر المقاصد الحسنہ، ص ۲۹۲

(13) احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ کراچی، جلد ششم ص ۱۲۶

(14) عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر: اردو نعت گوئی اور فاضلِ بریلوی، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی، 2008ء، ص 163/164